



یا الہی! کرم و طا کونین میں عز و وقار
مرشد برحق وقار باصفائے واسطے

وقار الفتاوی

حصہ دوم

فقیہ العصر، وقار الملت والادین مفتی اعظم

حضرت مولانا مفتی محمد وقار الدین صاحب قادری رضوی
رحمۃ اللہ علیہ



بزم وقار الدین

وقار الفتاویٰ ﴿ حصہ دوم ﴾

پرائز بانڈ پر انعام لینا جائز ہے

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ پرائز بانڈ رکھنا اور اس کے انعام جو حکومت کی طرف سے ہر ماہ دیئے جاتے ہیں وہ جائز ہیں یا ناجائز۔ نیز یہ انعامات جو مقررہ فیصد سود کی رقم جمع کر کے چند انعامی بانڈ رکھنے والوں کو دیئے جاتے ہیں وہ سود کی آمدنی گنی جاتی ہے یا اس کو جائز آمدنی تھوڑا کیا جائے گا۔ مفصل جواب مع حوالہ آگاہ فرمائیں۔

سائل محمد انور

A-4-16 لطیف مادر کھیٹ کراچی نمبر ۶

﴿ جواب ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۵۰ روپے، ۱۰۰ روپے، ۵۰۰ روپے، ۱۰۰۰ روپے کے پرائز بانڈ خریدنا اور ان پر انعام لینا جائز ہے۔ شریعت نے حرام مال کی صورتیں متعین کی ہیں، وہ یہ ہیں۔

۱۔ کسی کا مال چوری، غصب، ڈکیتی، رشوت وغیرہ سے کسی طرح پر لے لیا جائے۔

۲۔ جوئے میں مال حاصل کیا جائے۔

۳۔ سود میں لیا جائے۔

۴۔ بیع باطل میں قیمت لی جائے۔

پرائز بانڈ میں ان کی کوئی صورت بھی نہیں ہے اس لئے کہ جوئے میں اپنا مال چلا جاتا ہے یا زائد مل جاتا ہے پرائز بانڈ میں یہ بات نہیں ہے اور سود کی تعریف یہ ہے۔ الزیادہ المشروطۃ فی العقد۔ یعنی قرض دیتے وقت یہ شرط لگا دی جائے کہ زیادہ لوٹا کر دے گا اور یہ سود ہے۔ ربو کی تعریف مبسوط میں یہ کی گئی ہے۔ الربو هو الفضل الخالی عن العوض مال بلا عوض فی معاوضۃ مال بمال (صفحہ ۲۲۵) اور درمختار میں ہے۔ ہولغۃ مطلق الزیادۃ وشرعاً فضل خال عن عوض (صفحہ ۲۲۵ جلد چہارم) جب دیتے وقت زیادہ دینا مشروط نہ کیا ہو اور لینے والا لوٹاتے وقت اپنی طرف سے کچھ زیادہ دے دے تو یہ سود نہیں ہے بلکہ زیادہ دینا مستحب ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔ عن جابر رضی اللہ عنہ قال اقبلنا من مکة الی المدینۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعتل جملہ۔ وساق الحدیث بقصۃ۔ وفیہ ثم قال لی یعنی جملک لھذا۔ قال قلت لابی ہلک۔ قال لا بل یعنی قال قلت لابی ہلک یا رسول اللہ۔

قال لا بل بعديہ۔ قال قلت بان لرجل علی اوقیۃ ذهب فہولک بها۔ قال قد اخذتہ فتبلغ علیہ الی المدینۃ۔ قال فلما قدمت المدینۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبلال اعطہ اوقیۃ من ذهب وزدہ۔ قال فاعطانی اوقیۃ من ذهب وزادنی قیراطا۔ قال فقلت لا اتقنی زیادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فکان فی کیس لی فاخذہ اهل الشام یوم الحرۃ (جلد دوم ص ۲۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ میرا اوتھ بیمار ہو گیا حدیث میں اس کا قصہ بیان کیا اور اسی میں ہے۔ پھر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنا یہ اوتھ مجھے فروخت کر دو۔ میں نے عرض کی نہیں بلکہ آپ کے لئے ہدیہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے فروخت کر دو۔ میں نے عرض کی ایک شخص کا مجھ پر اوقیہ سونا۔ تو یہ آپ کے لئے ہے اس سونے کے بدلے میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے اس کو لے لیا۔ پس تم اس پر مدینہ منورہ پہنچو۔ انہوں نے فرمایا جب میں مدینہ منورہ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا جابر کو ایک اوقیہ سونا دے دو اور ایک اوقیہ سے زیادہ دو۔ انہوں نے فرمایا مجھے ایک اوقیہ سونا دیا اور ایک قیراط زیادہ دیا پس میں نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ مجھ سے جدا نہ کرنا۔ جابر نے کہا وہ ایک قیراط سونا میری ہتھیلی میں تھا جسے اہل شام (بیزیدیوں) نے حرہ کے دن مجھ سے چھین لیا۔ امام نووی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اعطہ اوقیۃ من ذهب وزدہ کے بارے میں لکھا۔ فیہ جواز وکالۃ فی قضاء الدیون واداء الحقوق وفیہ الاستجاب الزیادۃ فی اداء الدین (مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۹) اس میں جواز ہے قرضہ جات اور حقوق کی ادائیگی کے لئے کسی کو اپنا وکیل بنانا اور مستحب ہے قرضوں کے ادا کرنے میں کچھ زیادہ دینا علامہ شامی نے ربوکی بحث میں قرض میں زیادہ واپس کرنے کی صورت میں لکھا۔ ثم لا یحتجی ان ہذا کلمۃ اذا لم تکن الزیادۃ مشروطۃ کما قدمناہ عن الذخیرۃ (جلد چارم صفحہ ۲۳۶) علامہ طحاوی نے اسی جگہ پر لکھا ہذا اذا کانت المنفعۃ مشروطۃ فی العقد۔ فان لم تکن مشروطۃ فندفع اجمود فلا باس (جلد سوم صفحہ ۱۰۵) یعنی پھر تھی نہیں ہے۔ یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے جبکہ زیادہ لوٹانا قرض میں شرط نہ کیا گیا ہو اور زیادہ اچھا واپس کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے ان عبارات سے معلوم ہوا کہ قرض دیتے وقت زیادہ واپس کرنے کی شرط سے سود ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ ہاتھ میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔ لہذا اس پر طے والے انعام کو سود کہنا غلط ہے اور جوئے کے معنی یہ ہیں کہ جوئے میں اپنا مال یا چلا جاتا ہے یا زائد مل جاتا ہے۔ جوئے کی تعریف تفسیر روح البیان جلد دوم صفحہ ۱۳۴ اور تفسیر روح المعانی جلد دوم صفحہ ۱۸ میں ابن سیرین سے روایت ہے کہ کل شیء فیہ خطر فہو من المیسر یعنی جس چیز میں مال چلے جانے کا خطرہ ہو وہ جو ہے۔ کتاب التعریفات میں قمار کی تعریف یہ کی۔ کل لعب۔ بشرط فیہ غالباً من المخبأ لیسر شیء من المخلوب۔ یعنی جو ابروہ کھیل ہے جس میں یہ شرط اکثر ہوتی ہے کہ دونوں غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے والوں میں سے مغلوب سے غالب کو کچھ ملے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو۔ ایسے کھیل کو کہتے ہیں جس میں اپنا مال خطرہ میں ڈال کر

اس طرح بازی لگائی جاتی ہے کہ اپنا مال یا تو چلا جائے گا یا دوسرے سے کچھ لے کر آئے گا اس سے معلوم ہوا کہ انعامی بانڈ میں جو بھی نہیں ہے۔ اس لیے بانڈ والے کا کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے۔ جتنی قیمت کا ہوتا ہے اتنی قیمت کا باقی رہتا ہے اب صرف یہ بات باقی رہ گئی کہ قرعہ اندازی کر کے بانڈ خریدنے والوں میں انعام تقسیم کیا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے قرعہ اندازی غیر حقوق میں انعام بعد کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔

وَذَاكَ جَائِزٌ لَا يَرَىٰ اِنْ وُسِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مِثْلِ هَذَا اسْتَعْمَلَ الْقُرْعَةَ مَعَ اصْحَابِ السَّفِيَةِ۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاَسْأَلُكَ مَنْ الْمَدْحَمِينَ وَذَاكَ لَمْ يَلَمْ اَنْهُ هُوَ الْمَقْصُودُ وَلَكِنْ لَوْ اَلْقَىٰ نَفْسَهُ فِي الْمَاءِ۔ رِبْمًا نَسَبَ اِلَى مَا لَا يَلِيقُ بِالْاَنْبِيَاءِ۔ فَاسْتَعْمَلَ الْقُرْعَةَ ذَاكَ۔ وَكَذَا لَمْ يَزَكِرْ يَا عَلَيْهِ السَّلَامُ اسْتَعْمَلَ الْقُرْعَةَ مَعَ الْخَبَارِ فِي ضَمِّ مَرْيَمَ اِلَى نَفْسِهِ مَعَ عِلْمِهِ بِكَوْنِهِ اَحَقُّ بِهَا مِنْهُمْ۔ لَكِنْ خَالَفَتْهُ عِنْدَهُ تَطْيِيبُ الْقَوْلِ لَكُمْ۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِذْ يُلْقُونَ اَقْلَامَهُمْ لِيَحْكُمَ هَلْ لَمْ يَكُنْ مَرْيَمَ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَعُ بَيْنَ النِّسَاءِ اِذَا ارَادَ السَّفَرُ تَطْيِيبًا لِّلْقُلُوبِ بَعْنِ كَلَامِهِمْ (جلد ۸ صفحہ ۱۶) یعنی اور یہ جائز ہے۔ کیا یہ نہیں دیکھا گیا کہ یونس علیہ السلام نے اس جیسی صورت میں کشتی والوں کے ساتھ قرعہ ڈالا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو قرعہ ڈالا تو ڈھکیلے ہوؤں میں ہوا اور یہ اس لیے کہ انہوں نے جان لیا تھا کہ یہی مقصود ہے اگر وہ اپنے آپ کو از خود پانی میں ڈال دیتے تو بسا اوقات ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جاتیں تو انبیاء علیہم السلام کے لائق نہیں ہوتیں اس وجہ سے انہوں نے قرعہ اندازی کی اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے احبار کے ساتھ قرعہ ڈالا تھا۔ حضرت مریم کو اپنی کفالت میں لینے کے لیے باوجود اس بات کو جان لینے کے کہ وہ ان احبار سے حضرت مریم پر زیادہ حق رکھتے ہیں اس لیے کہ وہ ان کے خالو ہیں۔ ان لوگوں کی دل جوئی کے لیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یاد کرو اس وقت کو کہ جب وہ قرعہ ڈال رہے تھے۔ اس بارے میں کہ ان میں کون مریم کی کفالت کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان دل جوئی کی خاطر ان کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انعامی بانڈ میں زیادہ مشروط نہیں ہے۔ لہذا سود نہیں ہے اور اپنے پیسہ میں کمی نہیں ہوتی۔ لہذا جو نہیں ہے اور لینے والا اپنی خوشی سے زیادہ دے دے وہ جائز ہے اور اس کے لیے قرعہ اندازی کرنا بھی جائز ہے تو ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے لہذا جائز ہے۔

محمد وقار الدین غفرلہ

۸۹-۹-۲۳ ۵۱۴۱۰-۲-۲۱

شیرز کیا ہے ؟

سوال ﴿ شرعت اسلامی شیرز کی خرید و فروخت اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کے بارے میں کیا کہتی ہے؟ شیرز کیا ہے؟ کسی بھی کمپنی کی جانب سے عوام کو نفع و نقصان کی بنیاد پر سرمایہ کاری کے لیے مدعو کیا جاتا ہے جن لوگوں نے درخواستیں جمع کرائی ہیں شیرز کی تعداد محدود ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان قرعہ اندازی ہوتی ہے۔ جن افراد کے نام قرعہ اندازی میں نکل آتے ہیں ان کے نام شیرز سرٹیفکٹ کمپنی جاری کر دیتی ہے یہ سرٹیفکٹ فوراً ہی اسٹاک ایکسچینج میں منافع کے ساتھ بک جاتے ہیں اور اس طرح چند دن میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی آمدنی ہو جاتی ہے اور جن کے نام قرعہ اندازی میں نہیں نکلتے بک ان کی رقم واپس کر دیتا ہے گویا ہم قسمت اور اپنی رقم کی چند دن کی سرمایہ کاری کی قیمت وصول کرتے ہیں جبکہ کمپنی ان پر منافع کا اعلان سال بھر بعد کرتی ہے۔ جواب سے ابھن دور فرما کر ممنون فرمائیں۔

سانل مرزا منصور بیگ

مسلم ٹاؤن، نارتھ کراچی

باسمہ تعالیٰ

جواب ﴿ کسی کمپنی کے شیرز خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کمپنی کے ایک حصہ کو خرید لیا ہے اور آپ اس حصہ کے مالک ہو گئے اور وہ کمپنی جو جائز یا ناجائز کام کرے گی اس میں بھی آپ حصہ دار ہو گئے جتنی کمپنیاں قائم ہوتی ہیں وہ اپنے شیرز کے اعلان کے ساتھ مکمل تفصیلات بھی شائع کر دیتی ہیں یہ کمپنی کتنے سرمایہ سے قائم کی جائے گی اس میں غیر ملکی سرمایہ کتنا ہوگا اور ملکی سرمایہ کتنا ہوگا اور کمپنی قائم کرنے والے اپنا کتنا سرمایہ لگائیں گے اور کتنے سرمایہ کے شیرز فروخت کیے جائیں گے لہذا شیرز خریدنے والا اس سود کے لین دین میں شریک ہو جائے گا جس طرح سود لینا حرام ہے اس طرح سود دینا بھی حرام ہے تو وہ شیرز خریدنا بھی حرام ہے اور شیرز مارکیٹ میں عام طور پر سٹہ ہوتا ہے جو حرام ہے وہ بھی حرام ہے اور اس وقت شیرز کا جو کاروبار ہو رہا ہے وہ محرمات کا مجموعہ ہے ان میں ایسی کمپنیوں کے شیرز جو خریدے جاتے ہیں اور قبضہ کے بغیر فروخت کر دیے جاتے ہیں حدیثوں میں صراحتاً بغیر قبضہ کئے کسی چیز کو فروخت کرنے کی ممانعت ہے اور جو چیز موجود ہی نہیں ہے اس کی بیع باطل محض ہے۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء

ملکی و غیر ملکی سرمایہ سود پر فراہم کیا جاتا ہے

شیرز کی خرید و فروخت میں اگر سٹنہ ہو جب بھی یہ تو دیکھا جائے گا کہ یہ شیرز کس کمپنی یا کس فیکٹری کا ہے اور شیرز خریدنے کا مطلب یہی ہے کہ اس کمپنی یا فیکٹری کا حصہ خرید رہے ہیں تو اگر وہ فیکٹری اور کمپنی جائز کام کرتی ہے تو اس کے شیرز کی خرید اور فروخت جائز اور اگر ناجائز کام کرتی ہے تو اس کے شیرز خریدنا اور بیچنا ناجائز۔ عام طور پر کمپنی اور فیکٹری بینک سے سود پر رقم لیتی ہیں تو یہ شیرز خریدنے والا اس سود کے کاموں میں شریک ہو جائے گا انکم ٹیکس چوری کرتی ہیں رشوت دیتی ہیں یہ سب کام حرام ہیں، شیرز خریدنے والا بھی ان میں شریک ہو جائے گا اور ان کے شیرز کی خرید و فروخت اور ان کی دلالی بھی حرام ہو جائے گی۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۹۱ء

بیمہ زندگی

سوال ﴿بیمہ زندگی تین دفعہ ادائیگی معنیہ مدت کے اندر کا منصوبہ جس میں کہ ادا کردہ شدہ رقم زیادہ واپس ہو جاتی ہے اس معاہدہ پر کہ حالت حادثہ پر بیمہ شدہ شخص کو حادثہ کی نوعیت کے مطابق مدد کی جائے گی اور یہ روپوں کی صورت میں معاوضہ دیا جائے گا اور بصورت نقصان زندگی بیمہ دہندہ کی ہدایت کردہ لواحقین کو رقم دی جائیگی تاکہ وہ اپنی گزر اوقات کر سکیں اصول امداد باہمی کے تحت مزید بیمہ شدہ شخص کو قرضہ کی سہولت دس فیصد سالانہ منافع کے ساتھ ادائیگی۔ جائیداد و املاک وغیرہ۔ میں ایک شخص اپنی جائیداد و املاک کو مختلف خطرات سے ہونے والے نقصانات سے بچنے یا بچانے کا بیمہ کرواتا ہے جس کے لئے وہ کمپنی کو کچھ معاوضہ دیتا ہے اور سال بھر کے لئے اپنی املاک و جائیداد کا بیمہ کرواتا ہے ایک سال گزرنے پر اس کو ادا کی ہوئی رقم نہیں ملتی ہاں نقصانات ہونے کی صورت میں اس کا ازالہ کیا جاتا ہے کیا ان سب کام کرنے والے ادارے اس کے ایجنٹ اور اس کے ملازم جائز طور پر پیسہ کماتے ہیں یا حرام طور پر۔

باسمہ تعالیٰ

جواب ﴿ہر قسم کا بیمہ ناجائز ہے اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کسی کے مال کا نقصان کرے گا وہی ضامن ہوگا اور بقدر نقصان تاوان دے گا قرآن کریم میں ہے:

فَنِ اعْتَدِي عَلَیْکُمْ فَاَعْتَدَہٗ اَعْلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اَعْتَدَی عَلَیْکُمْ

لہذا چوری، ڈکیتی، آگ لگنے، روپے وغیرہ کے بیمہ کے ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ مال کی بربادی انشورنس کمپنی نے نہیں کی وہ تاوان کیوں دے گی، پھر زندگی کے بیمہ اور ہر قسم کے بیمہ میں جو بھی شامل ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ زندگی کے بیمہ میں کتنی قسطیں ادا کرے گا اور موت آجائے گی تو وہ پوری رقم اس کے وارثوں کو مل جائے گی جتنے کا بیمہ تھا اور اگر زندہ رہ گیا تو دی ہوئی رقم مع سود کے واپس مل جائے گی غرض یہ کہ بیمہ محرّمات کا مجموعہ ہے اب یہ کہا جا رہا ہے کہ اس طرح ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے لوگوں سے جو روپیہ لیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کو دے دیا جاتا ہے جن کا نقصان ہوتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو جتنا روپیہ وصول کریں وہ ان لوگوں کی اجازت سے جن سے لیا گیا ہے نقصان زدہ لوگوں کو کھلی تقسیم کر دیا جائے پھر یہ انشورنس کمپنیاں کروڑوں روپے سالانہ کہاں سے کماتی ہیں معلوم ہوا کہ یہ عذر مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کے لیے گھڑے گئے ہیں۔

۵ ستمبر ۱۹۸۹ء